صریرخامہ
SAREER A KHAMA
Bi-Annual Research Journal
Publish By
TAFHEEM RESEARCH CENTRE (SMC-PRIVATE) LIMITED LAHORE

اہل عرب کا شاعرانہ مزاج، تجزیاتی مطالعہ [1]

The Poetic Temperament of the Arab People: An Analytical Study

ABSTRACT

During the era of ignorance (Jahiliyyah), the people of Arabia engaged in poetry as a means of expression in times of necessity. Arabs, as a nation, naturally possessed a taste for poetry. This community led a nomadic life, and their lineage was intertwined with a predisposition for freedom in all its forms. The vast desert, the intense and scorching sun, harsh and strong desert winds, the shining and dazzling moon, smiling and twinkling stars, the azure morning skies, and delightful evening atmospheres - all these elements constituted the treasure of their thoughts. As a result, Arab poets immersed themselves in their natural environment to express their emotions and sentiments through poetry. This is why the poetry of the period, which has reached us, is highly effective and authentic, serving as the finest example of language and expression, closely tied to their nomadic lifestyle.

During that period, poets not only praised their own tribes but also responded to poets from other tribes, showcasing pride in their tribe's honor and dignity. Hence, the poets held great esteem among the Arabs. Preserving their history and experiences was an integral part of the national temperament, and poetic composition was also used for national necessities. Along with this, revealing one's own abilities through the language of poetry surpassed showing superiority over others. The refinement of their poetry is a standard for intellectual taste. It serves as the best example of poetic taste for the contemporary poetry.

In this study, it can be concluded that the poetic taste and its application, along with human needs, are a guarantee for the progress of society.

---

[1] ۔ عتیق الرحمٰن
شعبہ علوم اسلامیہ,لاہور لیڈز یونیورسٹی،لاہور

Key terms: Arabs, Jahili poetry, Biography of Prophet Muhammad ﷺ, tribe, societal needs

اہلِ عرب عہدِ جاہلیت میں بوقتِ ضرورت شاعری کیا کرتے تھے۔ عربوں کو من حیث القوم شاعری کا ذوق فطری طور پر ملا ہے۔ یہ قوم بدوی زندگی گزارتی تھی۔ ان کی نسل ہر طرح کی آزادی کے ساتھ فطرت میں پروان چڑھتی تھی ۔ حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا صحرا، تیز اور جھلسا دینے والا سورج ، سخت اور تند صحرائی آندھیاں ، چمکتا دمہکتا چاند، ہنستے مسکراتے ستارے، نشیلی صبحیں اور پر کیف شامیں، ان کا سرمایا فکر و نظر تھیں۔ چنانچہ عرب شاعر اپنے فطری ماحول میں ڈوب کر اپنے جذبات اور احسانات کا اظہار شعر میں کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ جاہلی کا جو شعری سرمایہ ہم تک پہنچا ہے وہ بہت موثر اور وقیع ہے اور زبان و بیان کا بہترین نمونہ ہے اور اسی کے ساتھ بدوی زندگی کا مرقع تھا۔

چونکہ جاہلی زمانے میں شاعر اپنے قبیلہ کی مدح اس کے کارنامے گنا کر فخر کرنے کے علاوہ اس کی طرف سے دوسرے قبیلوں کے شاعروں کا جواب دیتا تھا اپنے قبیلے کی عزت اور ناموس کی حفاظت کرتا تھا اس لئے عربوں کے یہاں شاعروں کی بڑی قدر تھی۔ اپنی تاریخ اور واقعات کو زندہ رکھنا ان کی قومی مزاج کا حصہ تھا، صنفِ شاعری کو انہی قومی ضرروت کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی دل کی بات، زبان و تخیل اور فطرت کے ساتھ وابستگی کو بیان کرنا ان کی قابلیت کی جوہر ہے۔ دوسروں سے بڑھ کر اپنی قابلیت کو شاعری کی زبان میں دکھاتے تھے۔ ان کی شاعری کا ذوق فکری معیار کا نمونہ ہے۔ آج کل کے شاعری اور شعری ذوق کے لیے بہترین نمونہ موجود ہیں۔

ذیل کے سطور سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شعری ذوق اور اس کا استعمال انسانی ضرورت کے ساتھ ساتھ معاشرے کی ترقی کا بھی ضامن ہے۔

اہلِ عرب عہدِ جاہلیت میں بوقتِ ضرورت شاعری کیا کرتے تھے۔ عربوں کو من حیث القوم شاعری کا ذوق فطری طور پر ملا ہے۔ یہ قوم بدوی زندگی گزارتی تھی۔ ان کی نسل ہر طرح کی آزادی کے ساتھ فطرت میں پروان چڑھتی تھی ۔ حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا صحرا، تیز اور جھلسا دینے والا سورج ، سخت اور تند صحرائی آندھیاں ، چمکتا

دمہکتا چاند، ہنستے مسکراتے ستارے، نشیلی صبحیں اور پر کیف شامیں، ان کا سرمایا فکر و نظر تھیں۔ چنانچہ عرب شاعر اپنے فطری ماحول میں ڈوب کر اپنے جذبات اور احسانات کا اظہار شعر میں کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ جاہلی کا جو شعری سرمایہ ہم تک پہنچا ہے وہ بہت موثر اور وقیع ہے اور زبان و بیان کا بہترین نمونہ ہے اور اسی کے ساتھ بدوی زندگی کا مرقع تھا۔ عربوں کے یہاں شاعروں کی بڑی قدر تھی۔

شاعری کی وجوہات:

عربی ادب کا پہلا حصہ نثر اور دوسرا حصہ نظم کہلاتا ہے عربی میں نثر کی بنسبت نظم کا سرمایہ زمانہ جاہلیت میں زیادہ ملتا ہے، اہل عرب فطرتی طور پر شاعری کا ذوق رکھتے تھے ان کے ماحول میں بھی زیادہ اثر شاعری کا ہی ملتا ہے

ایسی وجوہات جن کی بنیاد پر شاعری کی ابتداء ہوئی ان کے بارے میں سید محی الدین قادری لکھتے ہیں۔

”زبان عربی میں شاعری کی ابتدا جن وجوہات کی بنیاد پر ہوئی ان میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ اہل عرب جب مسجع و مقفی نثر لکھتے تو اسی میں قافیہ اور ردیف کی زیادتی سے شعر کہنے لگ گئے، دوسری وجہ یہ تھی کہ اہل عرب کے ہاں دف بجانے کا بھی رواج تھا اور کچھ موسیقی کے بھی آلات ان کے پاس تھے اور چونکہ موسیقی کا خاص انداز ہوتا ہے اسی انداز کو ذہن نشین کر کے اہل عرب نے شاعری شروع کی، ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب اونٹ اونٹنی جگالی کرتے تو ایک خاص آواز پیدا ہوتی جسے قریض کا نام دیا گیا یہ بھی شاعری کا سبب بنی، اور جب پرندے دانہ چگنے کے وقت ایک خاص طرح کی آواز نکالتے یہ بھی شاعری کا سبب بنی بہر حال ان میں راگ اور سر مشترک تھی“۔[i]

شاعری اور عرب:

عربوں میں شاعری کا ذوق صرف ادبی حلقوں تک محدود نہ تھا بلکہ پوری قوم میں جاری ساری تھا، کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی خطابت میں فصاحت و بلاغت کا جادو نہ جگاتا ہو۔ مہذب شہری ہو یا بدوی اعرابی سبھی ان صفات سے متصف تھے، بلکہ شہریوں سے خانہ بدوشوں کی زبان زیادہ فصیح تھی، ان چلتے پھرتے قبائل کی طرح ان کی شاعری بھی رواں دواں اور فطرت کی طرح آزاد اور موزوں تھی۔

سامی اقوام میں عرب لوگ فطری طور پر شاعری پر زیادہ عبور رکھتے تھے، اور وہ شاعری پر مکمل قدرت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مفاہیم و مضامین کی ادائیگی کے لئے ان کی زبان میں بہت زیادہ وسعت ہے۔ اور ان کا ماحولِ خیال آفرینی کے لئے بہت موزوں و مناسب ہے ان کی طبیعتیں سادہ اور پاکیزہ ہیں۔ اور ان میں قوت عصبیت اور کامل

آزادی پائی جاتی ہے ان کا جزیرہ ایسی تمام رکاوٹوں اور موانع سے خالی ہے جو ذہن کی فکری ترقی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں وہ آسمان اور صحرا کے درمیان ایسی لا انتہا فضا میں ہے جو دل و دماغ کی خوبصورتی جلال اور افکار و خیالات سے معمور کر دیتی ہے علاوہ ازیں ان کی طبیعت حساس شاعرانہ اور پر جوش ہے۔ خوشی اور غمی کے جذبات انہیں فوراً متاثر کرتے ہیں عیش و مسرت اور غم و غصہ ان کو بہت جلد بے خود کر دیتا ہے چنانچہ جو خیال بھی ان کے دل میں آیا یا انہیں جس چیز کا بھی احساس ہو ا انہوں نے بغیر انتظار کئے فوراً اسے نظم کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ان کے علوم و عرفان کا مخزن ان کے کردار اور جنگی واقعات کی دستاویز ان کے غلط اور صحیح کی آئینہ دار اور ان کی گفتگو اور شبانہ قصہ گوئیون کا نچوڑ ہے وہ تمام شاعری کے راوی تھے۔ ان کی شاعری کا اکثر حصہ برجستہ اور آمد ہے چنانچہ ان کی شاعری میں وجدانی یا قلبی احساسات کی عکاسی کرنے والا حصہ اس قدر وافر مقدار میں ہے کی اس کی مثال دنیا کی کسی اور قوم میں نہیں ملتی شاعری کی اس درجہ مقبولیت پر کوئی حیرانی نہیں ہے کہ شاعر اپنے کلام سے لوگوں کا ذہن جس طرف چاہے لے جا سکتا تھا۔

شاعری کے اسی اثر کے بارے میں احمد حسن زیارت تحریر کرتے ہیں:

"ایک شاعر عربوں کو اپنے اشعار کی وجہ سے گمراہ کرنے کا یا صحیح راہ دکھانے میں کامیاب ہو جاتا ہو، یا محض ایک ہی شعر ان کو ہوشیار کر دیتا یا ست کر دیتا ہو، عربوں کے دلوں میں شاعری کی تاثیر اور شاعروں کی جو قدر و منزلت تھی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اس سلسلے میں اعشیٰ، محلق، حسان، بنو عبد المدان اور بنو الناقہ کے قصے خاص طور پر مشہور و معروف ہیں"۔ [ii]

عرب جاہلیت کے گھروں میں غلام اور لونڈیاں بھی خدمت کو موجود رہتی تھیں۔ اپنے غلاموں کو یہ بہت مانتے تھے۔ وہ اکثر لونڈیوں سے ان کی اولاد ہوتی تھی گو قوم کے شرفاء ایسوں کی وقعت بہت کم کرتے تھے۔ اپنی اولاد پر یہ لوگ جان دیتے تھے

خصوصاً بیٹوں پر۔ کیوں کہ اس لوٹ مار کے زمانہ میں بیٹوں سے خاندان و قوم کی آبرو کی حمایت کی توقع ہوتی تھی اور جسکے زیادہ بیٹے ہوں وہ زیادہ زبردست و خوش نصیب تصور کیا جاتا تھا۔

اور ملک عرب میں بہت بڑے بڑے وسیع ریگستان اور بیابان ہیں چنانچہ جب یہ لوگ اپنے اونٹوں کو لے کر ریگستانوں سے گزرتے تو اونٹوں کے پاوں کے صدمہ سے ریت میں سے یکے بعد دیگرے معین وقت پر آواز نکلتی اور یہ

اس آواز کو سنتے سنتے اس کے تعین کے عادی ہو گئے۔ لہٰذا اگر تنہائی کے سبب افکار کا ہجوم ہوتا تو یہ اپنے خیالاتِ باطنی کو ایسے لفظوں میں ادا کرتے جو اس موقع پر خود بخود ناپ و مقدار میں شتروں کے پاوں کی متواتر آواز سے مل جاتے تھے یعنی ان الفاظ میں قدرتاً ایک طرح کا وزن ہوتا۔ عبد الاحد خاکسار رقم طراز ہیں کہ:

"یہ بات مشہور ہے کہ خلیل بن احمد جو فنّ عروض کے موجد ہوئے ہیں ایک دن سیر کو نکلے راستے میں ایک لوہار کی دوکان تھی جو ہتھوڑے سے ضب لگا رہا تھا جس کی وجہ معین وقت پر تکَدَن تکَدَن کی آواز ہو رہی تھی۔ اسی آواز کی بدولت انہوں نے افاعیلِ خمسہ کے وہ اوزان اختراع کیے جن کے ذریعے اشعار کی موزونیت معلوم ہوتی ہے"۔[iii]

اسی طرح ان سے صدیوں صحرانورد شتربانوں کو شتروں کت پاوں کی دَب دَب کی آواز نے قدرتی طور پر شعروں کے اوزان سکھا دیے۔ چلتے چلتے جب انہیں صحرا کی ہوا لگتی اور ان کے دل میں محبت و عشق بازی، عداوت و شجاعت کے خیال موجزن ہوتے تو وہ آپ ہی آپ موزوں لفظوں کے پیرایہ میں ان کے منہ سے نکلنے لگتے۔ یوں رفتہ رفتہ انہیں مسجّع عبارتوں میں کلام کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی۔

مسجّع عبارتوں میں شاعر اکثر یا تو اپنے جذبات نفسانی کو بیان کرتا اور اپنے مردوں پر مرثیے کہتا یا اپنے دشمنون کی ہجو کرتا اور ان پر لعنتیں برساتا۔ ہوتے ہوتے سجّع سے رجز نکلا۔ رجز خوانی سے انہیں مقفّا عبارتوں کا ملکہ ہو گیا۔ بعد اس کے بحور کی ترکیب آسان ہو گئی۔ بحور و اوزان کا اندازہ انہیں معلوم ہو گیا گو ان کے نام پیچھے خلیل بن احمد نے اختراع کیے۔ قدیم شعراء کے کلام میں یہ بحور کامل صورت میں پائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر گوئی میں عرصہ دراز تک عوام نے مشق کی۔ اور جب بتدریج طبع سلیم نے صحیح انداز معلوم کر لیا تو استادان فن کا کلام اسی میں ہونے لگا۔ اور مسیح سے کوئی پانچ سو برس بعد شعرائے عرب کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔

اہل عرب شاعری کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے ایک ہی شعر سے قبیلے کی اتنی عزت بڑھ جاتی کہ وہ اپنا سر اونچا کر کے چلنے لگتا اور کبھی ایک شعر پورے قبیلے کی عزت خاک میں ملانے کا سبب بن جاتا۔

ڈاکٹر عبد الحمید نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

"مکہ میں محلق نامی شخص تھا جو بہت غریب تھا اس کی آٹھ بیٹیاں تھیں کوئی ان سے شادی نہ کرتا تھا ایک دفعہ عرب کے مشہور

شاعر اعشی میمون نے ان کی دعوت کے باعث ان کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا اور یہ قصیدہ عکاظ کے میلہ میں پڑھا گیا اس کا

اثر یہ ہوا کہ قصیدہ کی تکمیل سے پہلے ہی لوگ محلق کو مبارکباد دینے کے لیے ٹوٹ پڑے اور شریف خاندانوں سے رشتے آنے لگے ان کی بیٹیوں کی شادیاں ایسے معزز خاندان میں ہوئیں جس کی امید نہ تھی"۔[iv]

شاعر کا مقام:

اہل عرب میں شاعر کا بہت زیادہ مقام تھا لوگ شعراء کو بہت اہمیت دیتے اور شعراء کا مقام بہت بلند تھا۔ قبیلہ کو اپنے شاعر سے بہت سی امیدیں وابستہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ شاعر اپنے قبیلہ کا مدافع وحامی، قاعد وسید، مفاخر و مکارم پر فخر کناں، ذریعہ صلح واتفاق اور قوم کی زباں ہوتا تھا اس لئے اسے اپنے قبیلے میں اعلیٰ وارفع مقام حاصل تھا۔

ہر قبیلہ کی خواہش ہوتی کہ ان میں شاعر، لیڈر اور خطیب پیدا ہو لیکن شاعر کا وہ سب سے زیادہ احترام کرتے اور لیڈر کا خطیب کی بنسبت انہیں زیادہ شوق ہوتا، جب کسی قوم میں کوئی شاعر پیدا ہوتا تو وہ دعوت کرتے۔ جشن مناتے قبائل انہیں مبارکباد کے پیغام بھیجتے کیوں کہ شعراء ہی اپنے کلام کے ذریعہ لوگوں کی قیادت کرتے تھے اور اجتماعات کے مواقع پر اپنی قوم کی حمایت و مدافعت کرتے اور قوموں کے تاریخی کارناموں کو زمانہ بھر کے لئے حیاتِ جاوید بخشنے اور قومی کارناموں کو ان کے دل ودماغ پر نقش کر دیتے وہ ان کا کوئی بدلہ یا صلہ نہیں مانگتے تھے۔ البتہ چند شاعروں نے شاعری کو کمائی کا ذریعہ بنا لیا ہے جس کی بنا پر ان کی قدر و منزلت میں کمی آگئی اس کے باوجود ان کی شاعری اپنی جگہ بلند پایہ رہی اس کا اثر زیادہ تر شعراء کی ذات پر پڑا۔ اور عرب میں شعراء کے راوی ہوتے جو ان سے شاعری سیکھتے جیسے طالبعلم اپنے استاز سے علم سیکھتے ہیں۔

استاذ احمد حسن زیارت نے مثال کے لئے چند نام تحریر کئے ہیں:

"نابغہ نعمان سے، زہیر ہرم بن سنان سے اور اعشی بادشاہوں اور عوام سے مدد لیتے رہے تھے ہر شاعر کا ایک راوی ہوتا تھا وہ اس کے ساتھ اس طرح رہتا تھا جیسے استاذ کے ساتھ شاگرد ہو وہ شاعر کا طریقہ اپناتا اس کے اشعار کو چام کرتا تھا بلند پایہ شعراء نے ایک عرصہ تک راوی بن کر تربیت پائی اور روایت میں باقائدہ مشق کی چناچہ امرو القیس ابو داود ایادی کا راوی تھا۔ زہیر، اوس بن حجر کا اور اعشی مسیب بن علس کا راوی تھا"۔[v]

اقوام عالم میں شاید عرب ہی وہ قوم ہے جسے شاعری کا ذوق فطرتاً ملا ہے دور جاہلی میں اہل عرب فی البدیہہ شعر کہتے تھے جب ان کی طبیعت میں جولانی آتی تو بغیر کدوکاوش کے ان کی زبان سے اشعار نکلنے لگ جاتے نہ الفاظ کے حسن و خوبصورتی میں کمی اور نہ ہی معانی و مطالب میں نقص پیدا ہوتا دور جاہلیت کے شعراء کے کلام میں اعلی اخلاقی تعلیمات، شرافت اور پاکیزہ

معانی اور بلند پایہ اغراض و مقاصد ملتے ہیں۔ عرب کے ہر قبیلہ میں بہت سے شعرا ہوتے البتہ جو سب سے بڑا شاعر ہوتا اسے ایک خاص عہدہ دیا جاتا۔

اسی عہدے کے بارے میں عبد الحلیم اطہر ندوی لکھتے ہیں:

"قبیلہ کے لئے کئی شعراء ہوتے تھے ان میں سے ایک کو قبیلہ مقدم کرتا تھا۔ جس کا نام قبیلہ شاعر القبیلہ رکھتا تھا قائد اور خطیب کی طرح شاعر کو تیار کرنے کا اہتمام بھی قبیلہ کرتا تھا۔ پس کہا جاتا تھا کہ فلاں قبیلہ قائد فلاں گھڑ سوار اور فلاں اس کا شاعر ہے"۔[vi]

قدیم عرب شعرا کا شمار دنیا کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے ان کی شاعری میں فطرتاً سادگی، برجستگی، صحراؤں کی وسعت اور پہاڑوں کی صلابت ملتی ہے ان کا اسلوب بیان بیک وقت حیرت و رقعت کی کیفیت پیدا کرتا اہل عرب اپنی فطرت کے اعتبار سے اعلی شعور اور حساس طبیعت کے مالک تھے ان کے ہاں شعراء کی تعداد دیگر اقوام کی بنسبت زیادہ رہی عربوں کے ہاں شعرا کا مقام بہت زیادہ تھا اس کا ایک شان و شوکت سے استقبال کیا جاتا۔

مشہور روایت ہے جسے ڈاکٹر خورشید نے بیان کیا ہے کہ:

"عرب کے کسی کے قبیلے میں جب کوئی شاعر ابھرتا تو دوسرے قبائل اسے مبارکباد دیتے دعوتی انتظام کیے جاتے عورتیں اکٹھی ہو کر سارنگیاں بجاتی مرد اور بچے خوشیاں مناتے ہیں کیونکہ شاعر ان کی عزت و آبرو کا محافظ خاندانی شرافت کے دفاع کا ذریعہ تھا تین باتوں پر مبارکباد پیش کی جاتی لڑکے کی پیدائش، گھوڑی کا بیاہنا، شاعر کا ابھرنا"۔[vii]

جیسا کہ تمام اقوام میں زیادہ ترجیح اور پسند لڑکوں کو کیا جاتا ہے اور ہر کسی کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ان کے گھر مذکر اولاد پیدا ہو لیکن تمام اقوام میں سب سے زیادہ اہل عرب کی خواہش ہوتی کہ ان کے ہاں زیادہ تر لڑکوں کی

پیدائش ہو کیونکہ ان کے ہاں شعراء کی پیدائش ہر قبیلہ کی خواہش ہوتی اور بیٹوں کی پیدائش پر بہت زیادہ خوشیاں منائی جاتیں۔

عرب کے لوگ اپنی اولاد پر جان دیتے تھے خصوصاً بیٹوں پر۔اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں جنگ وجدال کا بازار ہمیشہ گرم رہتا۔لہذا بیٹوں کے ہونے سے خاندان والوں اور قبیلہ والوں کا زور بڑھتا تھا اور وہ اپنے مخالفوں کے آگے لچتے نہ تھے۔لیکن علاوہ اس کے ایک اور وجہ تھی جس سے بیٹوں کی پیدائش کے وقت ایسی خوشی منائی جاتی تھی جیسی لوگ شادی بیاہ کے موقع پر مناتے ہیں کیوں ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی کہ اس کا بیٹا شاعر ہو کیوں کہ عرب میں سب سے زیادہ رواج شاعری کا تھا اور بچہ جس ماحول میں رہے اس اثر لیتا ہے جیسے ہندوستان میں آج کل ڈانس کا رواج زیادہ ہے جس کی وجہ سے بچے کے پیدا ہونے کے بعد ناچاہتے ہوئے بھی اس پر اس اثر جلد ظاہر ہونے لگتا ہے کیوں کہ موجودہ دور میں اہل ہند میں غیر مسلم اقوام میں گانے اور ڈانس کی روایت پر زیادہ زور دیا جارہا ہے اسی طرح عرب میں سب سے زیادہ اہمیت شاعری کو تھی اسی وجہ سے وہ ہمیشہ بیٹے کی خواہش کرتے۔چاہے وہ بیٹا لونڈی سے ہی کیوں نہ ہو۔

اس بارے میں خاکسار عبدالاحد لکھتے ہیں:

"بیٹے سے انہیں یہ امید ہوتی تھی کہ شاید وہ جوانی میں شعر گو نکلے اور شعر گوئی ان کے خیال میں ایسا وصف تھا جس سے قوم کو بڑا فروغ حاصل ہوتا تھا کیونکہ اس وقت لوگ شعر میں اپنے دشمن کی ہجو اور دوستوں اور قوم والوں کی مدح کرتے تھے۔پس یہ اشعار گویا دشمنوں کے حق میں زہر اور دوستوں کے حق میں آبِ حیات تھے،اسی شعروں میں مخالفوں کی مذمت سارے ملک عرب میں مشہور ہوتی یہی آدمی کو سارے قبیلوں میں ذلیل ورسوا کرتے یا انہیں نیک نامی وشجاعت کا ہار پہناتے۔خاندان قوم کے کارنامے اور دادودہش کا حال اپنے اشعار ہی میں بیان کیے جاتے اور اسی لباس میں وہ چاروں طرف شہرتِ دوام پاتے تھے۔چنانچہ جب کوئی شاعر پہلی بار اپنی قوم کے آگے اپنے شعر پڑھتا تو یہ لوگ شتر ذبح کرتے اور گانے والیوں کو بلواتے اور اپنے سارے احباب کی ضیافت بڑی دھوم دھام کے ساتھ کرتے اور خوشیاں مناتے تھے۔بیٹا خواہ لونڈی کے بطن سے کیوں نہ ہو خاندان والوں کو عزیز ہوتا تھا۔بیٹیوں کی پیدائش سے وہ نہایت ناخوش ہوتے اور اکثر انہیں جان سے مار دیتے"۔[viii]

دور جاہلیت میں اہل عرب کا مزاج شعر کہنے میں حقیقت پسند تھا اہلِ عرب اپنے اشعار میں زیادہ تر حقیقت بیان کرتے اور وہی بات بیان کرتے جس کی بنیاد پر ہوتی غلو سے کام نہ لیتے کسی کی مدح کرتے وقت عمدہ انداز میں تشبیہات پیش کرتے اور مذمت کے وقت تمثیلی انداز اپناتے،

اہل عرب کے مزاج میں ایک یہ بات تھی کہ شعراء اپنے خاندان اور قبیلے کو دوسرے قبائل سے افضل سمجھتے اور اپنے اکابرین کی تعریف میں فخریہ اشعار پیش کرتے اور جنگ میں جوش پیدا کرنے کے لیے بھی اشعار پڑھتے، اہل عرب کا مزاج تھا کہ شاعر اہل عرب کی اخلاقی خوبیوں کو تفصیلا بیان کرتے جیسے مہمان نوازی مسافروں کا خیال یتیموں کی پرورش وغیرہ، اور عرب میں برائیاں بھی بکثرت پائی جاتی تھی شعرا اپنے کلام میں ان برائیوں کو بغیر کسی خوف اور ڈر کے ذکر کیا کرتے تھے اور میلوں میں جاکر اپنی شاعری کا کمال دکھاتے تھے۔

اہل عرب میں بے شمار برائیاں موجود تھیں جن کے بارے میں سید محی الدین قادری لکھتے ہیں کہ:

"اہلِ عرب چونکہ کثرت سے برائیوں میں مبتلا تھے اس لئے شعرا اپنے اشعار میں بلا خوف و خطر ان کی برائیوں کا تذکرہ کرتے جیسے عورتوں کی عزت نہ کرنا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، عرب کے شعرا کا مزاج تھا کہ شاعری میں صرف حسن و عشق کا ہی تذکرہ نہ کرتے بلکہ عرب کا جغرافیہ تاریخ و تمدن اور رسومات کا تذکرہ بھی کرتے، اور اپنی شاعری کے جوہر میلوں میں بھی دکھاتے"۔[ix]

شاعری کے موضوع

عرب کی شاعری کے اہم موضوع یہ ہیں۔ جنہیں مولانا وحید الدین سلیم نے ذکر کیا ہے

(۱) بہادری کے جذبات

(۲) اخلاقی جذبات

(۳) عاشقانہ جذبات

(۴) مدح وذم

(۵) غم کے جذبات[x]

ان میں سے ہر موضوع پر جو کچھ عرب شعراء نے کہا ہے وہ ان کے دلی خیالات اور اصلی حالات کا آئینہ ہے وہ جو کچھ کہتے ہیں وہی کر دکھاتے ہیں۔ ان کی شاعری اصلی اور حقیقی شاعری ہے اپنے عیب و صواب سب کھول کر رکھ

دیے ہیں کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھی ان کی زبان ان کی دلی واردات کا ترجمہ ہے۔ ان کے کارنامے ان کی نیتوں کے گواہ ہیں۔ وہ اگر کسی کی مدح کرتے ہیں تو صرف اس کی جس کے قول و فعل میں مطابقت ہے اور جس کی ذات میں فی الواقع وہ خوبیاں موجود ہیں جن کا ذکر مدح میں کیا گیا ہے۔ اگر کسی کے مرنے پر آنسو بہاتے اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہیں تو وہ در حقیقت ایسا ہی شخص ہوتا ہے جس کا وجود خیر و برکت کا باعث تھا جھوٹی مدح وہ کبھی نہیں کرتے جھوٹے آنسو وہ کبھی نہیں بہاتے ان کی زبان اور ان کے دل ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

شعراء کے طبقات

عرب میں شعراء کی تعداد بہت زیادہ ہے کیوں کہ شاعری کا ذوق انہیں فطری طور پر ملا ہے۔

طبقات کے لحاظ سے شعراء کی کئی قسمیں ہیں۔ جن میں عہد جاہلی کے شعراء، مخضرمی شعرا، اسلامی شعرا، مولّد شعراء زمانے کے اعتبار سے ہیں اور ان میں کچھ شعرا ایسے ہیں جن کا کلام بہت عمدہ، خوش اسلوب اور دلکش ہے۔

شعرا کے ان طبقات کے بارے میں احمد حسن زیارت لکھتے ہیں:

زمانہ کے لحاظ سے شعراء کے چار طبقے ہیں۔

(۱) جاہلی شعراء

یہ وہ شعراء ہیں جو اسلام سے قبل زندہ رہے یا اسلام کا زمانہ انہیں ملا لیکن اس زمانے میں انہوں نے قابل ذکر شاعری نہیں کی مثلاً امرو القیس، زہیر، امیۃ بن ابی الصلت اور لبید وغیرہ۔

(۲) مخضرم شعراء

وہ شعراء ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کی وجہ سے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں شہرت و مقبولیت پائی مثلاً خنشاء، حسان بن ثابت وغیرہ۔

(۳) اسلامی شعراء

وہ شعراء جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے۔ اور عرب زبان کے لحاظ سے وہ قدیم پختہ اسلوب پر کاربند رہے۔ یہ عہد بنی امیہ کے شعراء ہیں۔

(۴) مولّد شعراء

وہ شعراء ہیں جن کی لسانی قوت بگڑ گئی تھی اور انہوں نے صنعتوں (مصنوعی فن کاری) کے ذریعہ اپنی لسانی کمی کو پورا کیا یہ عہدِ عباسیہ کے شعراء ہیں۔

کلام کی عمدگی اور خوش اسلوبی کے لحاظ سے ان شعراء کے تین طبقے ہیں۔

امرو القیس، زہیر، نابغہ، پہلے طبقہ کے شعراء ہیں۔ اعشیٰ، لبید، طرفہ دوسرے طبقے کے۔ عنترہ، درید بن الصمہ ، امیۃ بن ابی الصلت، تیسرے درجہ کے شعراء ہیں۔ لیکن اختلاف ذوق۔ اور قدماء کے اصول تعقید سے لاعلمی کے باعث یہ تقسیم کسی طرح بھی غلطی دھاندلی بازی اور یکطرفہ فیصلہ سے خالی نہیں ہو سکتی۔[xi]

حاصلِ بحث

اہل عرب کا شاعرانہ مزاج، تجزیاتی مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عرب مزاج میں جمالیات کا مادہ بہت زیادہ تھا جس کا اثر ان کی شاعری کے ذوق میں جھلکتی ہے۔ یہ ان کی اعلیٰ ذوقی کے ساتھ ساتھ ان کی وسیع فکر اور پختہ سوچ کی نشاہی بھی ہے۔

مصادر و مراجع

i۔ سید محی الدین قادری ہادی، **مختصر تاریخ ادب عربی**، (حیدر آباد: پرنٹو پرنٹرس آفسٹ پریس, سن طباعت ماہ نومبر ۱۹۹۱)، ۳۷-۳۸

ii ۔ احمد حسن زیارت، **تاریخ ادب العربی**، ترجمہ و اضافہ محمد نعیم صدیقی، (لاہور: ناشر شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، سر کلر روڈ چوک اردو بازار) ، ۴۴

iii ۔ **محمد** عبد الاحد، خاکسار، **عربی ادب کی تاریخ**، (دہلی: مطبع مجتبائی دہلی، بماہ نومبر ۱۹۰۹ء)، ۳۰-۳۱

iv۔ ڈاکٹر عبد الحمید اطہر ندوی، **عہد نبوی کی شاعری**، (لکھنو: ناشر مکتبہ الشباب العلمیہ لکھنؤ، ایڈیشن ربیع الثانی ۲۰۱۲ مارچ،)، ۲۶

v۔ احمد حسن زیارت، **تاریخ ادب عربی**، ۲۷

vi ۔ عبد الحلیم ندوی، ڈاکٹر، **تاریخ عربی ادب**، (لاہور: پرنٹ لائن پبلشرز،)، ۱۳۷

vii ۔ خورشید رضوی، ڈاکٹر، **عربی ادب قبل از اسلام**، (لاہور: پبلشر بک سیلرز ایکسپورٹرز، اشاعت اول جون ۲۰۱۰ء)، ۲۲۰

viii ۔ **محمد** عبد الاحد، خاکسار، **عربی ادب کی تاریخ**، (دہلی: مطبع مجتبائی دہلی، بماہ نومبر ۱۹۰۹ء)، ۳۲

ix ۔ سید محی الدین قادری ہادی، **مختصر تاریخ ادب عربی**، ۳۷-۳۸

x ۔ مولانا وحید الدین سلیم، **افاداتِ سلیم**، (حیدر آباد: پبلشر سید اشرف حیدر آبادی)، ۲۱۵

xi ۔ استاذ احمد حسن زیارت، **تاریخ ادب عربی، مترجم عبد الرحمن طاہر سورتی**، ۱۰۵